© rasailojaraid.com

پروفیسر غلام رسول عدیم

شعرِ جاہلی اور خیر القرون میں ارتقائے نعت

شعر و شاعری عرب معاشرے کی ایک ناگزیر ضرورت تھی۔ قبائل و احزابِ عرب شاعرِ قبیلے کی آنکھ کا تارا، عزتِ نفس کا پاسبان اور غیرت کا نشان تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ آج جاہلی عرب کے بارے میں جو کچھ معلومات ہمارے پاس موجود ہیں اس کا بیشتر حصہ انہی شعراء کے ملکۂ سخن کا مرہونِ منت ہے۔

بادیہ نشین عرب فطرت کے نہایت قریب تھے اس لیے ان کے اطوار و عادات میں فطری بے ساختہ پن بدرجہ اتم موجود تھا۔ تکلف، تصنع اور مبالغہ آمیزی ان کی عادت کے خلاف تھی۔ بات میں کھرا پن ضرور مگر کھرا پن لہجے کی صداقت کا غماز ہوتا۔ آج کل کی اصطلاح میں انہیں حقیقت پسندانہ رویے [illegible] کا مالک کہا جا سکتا ہے۔

ان کے اصنافِ سخن کو آسانی کے لیے ہم بڑی بڑی پانچ قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

فخر، حماسہ، تشبیب، ہجا، مدح

فخر

دنیا میں ہر قبائلی نظام فخرِ قبیلہ کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ چنانچہ عرب بھی عصبیتِ جاہلی کے زیرِ اثر اپنے قبیلے کی برتری کا اظہار کرتے نہیں تھکتے تھے۔ بارہا مفاخرت و منافرت کے معرکے پیش ہوئے۔ کبھی اجتماعی کبھی انفرادی۔ جیسے ایک عرب شاعرہ خنساء نے اپنے باپ اور بھائیوں کے قتل ہو جانے پر ایک میلے میں "اَنَا اَعْظَمُ الْعَرَبِ مُصِیْبَۃً" [illegible] سب سے زیادہ مصیبت زدہ ہوں) صدرِ اسلام میں غزوۂ بدر میں جب ہند بنت عتبہ کا باپ، چچا اور بھائی غازیانِ اسلام کے ہاتھوں قتل ہوئے تو وہ بازارِ عکاظ میں جا کر بولی۔ "اَقْرِنُوْا جَمَلِیْ بِجَمَلِ الخنساء" (میرا اونٹ خنساء کے اونٹ کے قریب کر دو) چنانچہ ایسا کیا گیا پھر اس نے مصیبتیں برداشت کرنے میں ایک دوسرے پر مفاخرت و منافرت کی۔ اسلام کی آمد پر قبائلی عصبیت جاتی رہی اور مفاخرت کے ایسے واقعات کا خاتمہ ہو گیا۔

شجاعت

جاہلی شاعری کی دوسری سب سے اہم صفت حماسہ تھی۔ یہ لوگ بلاشبہ شجاعت و حماست کے کوہِ گراں اور دلاوری کے پیکر تھے۔ عملاً بھی بہادری کے جوہر دکھاتے اور زبانِ شعر سے بھی اپنی جگر داری سے لوگوں کو مرعوب کرتے مثلاً جب تغلب کے رئیس عمرو بن کلثوم کی ماں لیلیٰ نے عمرو بن ہند والیٔ حیرہ کے ہاں احساسِ تحقیر کے پیشِ نظر "وَاذُلَّاہ یاالتغلب" (ہائے بنی تغلب مقامِ رسوائی ہے) کا بے باکانہ نعرہ بلند کیا تو ایک طرف تو عمرو بن کلثوم نے والیٔ حیرہ کو آنِ واحد میں قتل کر دیا، دوسری طرف وہ زوردار شعر پڑھے جو حماسہ کی نہایت شاندار مثال ہے۔

وقد علم القبائل غیر فخر
اذا قبب بابطحها بنینا
وانا الحاکمون بما اردنا
وانا النازلون بحیث شئنا
ونشرب ان وردنا الماء صفواً
[illegible] غیرنا کدرا و طینا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"قبیلے جانتے ہیں کہ ہم نے بغیر کسی فخر کے ان کے لنگڑے نالوں تک میں گنبد بنا ڈالے۔ ہم جو چاہیں حکم دیں، جہاں چاہیں اُتر پڑیں، جب ہم کسی جگہ آئیں تو صاف چشموں سے متمتع ہوتے ہیں، ہمارے دشمن کو گدلا پانی پینا پڑتا ہے۔

تشبیب تیسری اہم صفت اہل عرب کے ہاں تشبیب تھی۔ اس میں شراب و شباب کی کیف آور فضا سے لے کر مناظر فطرت کی رنگینیوں تک سارے مضامین آجاتے تھے۔ وہ سوسائٹی جہاں شراب پینا معیوب نہ تھا اور جہاں مناظر فطرت اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ نظارہ دیتے تھے وہاں امرؤ القیس، امرقش الاکبر، عبداللہ بن عجلان اور مسافر بن ابی عمرو جیسے رنگین مزاج اور غزل گو شعراء کا پیدا ہونا ناگزیر تھا۔

ہجا عرب شاعروں کے ہاں ان کی افتادِ طبع اور مخصوص سماجی ماحول کی بنا پر ہجویہ شاعری خاص اہمیت کی حامل ہے۔ وہ اپنے قبیلے کے دفاع میں دوسروں پر طعن کرتے مگر معیار اخلاق کی گراوٹ کے بغیر۔ وہاں عبید زاکانی، بسحق شیرازی (فارسی) اور جعفر زٹلی و ٹل نارنولی (اردو) جیسے پھکڑ باز اور لچر گو نہیں ملتے۔ ان کے ہاں محبت کی گرم گفتاری ہے تو لہجے کی صداقت کے ساتھ اور عداوت کی جگر دوزی ہے تو بھی حقیقت پسندی کا دامن چھوڑے بغیر۔ قریط بن انیف اپنے قبیلہ کی بزدلی کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے۔

یجزون من ظلم اهل الظلم مغفرة
ومن اساءة اهل السوء احسانا

میرے قبیلے کے لوگ وہ ہیں جو ظالم کا بدلہ بخشش سے دیتے ہیں اور برے کی برائی کے بدلے اس پر احسان کرتے ہیں۔

کان ربک لم یخلق لخشیته
سواهم من جمیع الناس انسانا

گویا کہ تیرے رب نے ان کے سوا ساری مخلوق میں کسی کو اپنی خشیت کے لیے پیدا ہی نہیں کیا۔

مدح یہی وہ صنفِ سخن ہے جس سے عرب کی وصفی شاعری کئی رنگوں میں ظہور پذیر ہوئی۔ کبھی قبیلے کی تعریف کی جاتی ہے کبھی روسائے قبیلہ ممدوح بنتے۔ گھوڑے کی گرم رفتاری، تلوار کی کاٹ اور برق ریزی اور ناقہ کی سرعت رفتار کو موضوعِ سخن بنایا جاتا۔ یہی نہیں حیوانات، منازل، اخلاق، وقائع سب کو مقام مدح میں رکھا گیا۔ اسی سے ایک صنفِ سخن پھوٹی جو بعد میں ایک مستقل صنف بن گئی اور وہ ہے مرثیہ۔ اس میں بڑے معرکے کی شاعری نے جنم لیا۔ خنساء کے مرثیے خاصے کی چیز ہیں۔ ایک اعرابیہ نے اپنے بیٹے کی موت پر کیسے بلند پایہ شعر کہے ہیں

من شاء بعدک فلیمت
فعلیک کنت احاذر
کنت السواد لناظری
فعمی علیک الناظر

تیرے بعد (کوئی جئے) کوئی مرے مجھے تو تجھی سے رونق تھی۔ تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ اب میری آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں۔

بسا اوقات مدح کوئی حالات کے دھارے کو دوسرے رُخ پر پھیر دیتی۔ بنی انف شرم کے مارے اپنے آپ کو بنی انف نہیں کہلاتے تھے بلکہ بنی قریع کہلواتے تھے مگر جب حطیئہ نے ان کی مدح میں شعر کہا

قوم هم الانف والاذناب غیرهم
ومن یسوی انف الناقة الاذنابا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ ناک ہیں اور دوسرے لوگ دُم۔ اونٹنی کی ناک اور دُم کو بھلا کون ایک درجے میں رکھے گا۔ تو وہ فخریہ بنی انف کہلوانے لگے۔

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ عرب شاعر جب مدح گستری کرتے تو باستثنائے چند وہ ان کے دل کی آواز ہوتی۔ وہ ممدوح کو مدح کے قابل نہ پاتے تو برملا کہہ دیتے افعل حتی اقول کچھ کر کے دکھاؤ تاکہ تمہاری مدح کریں۔ اس زمانے کے مشہور ممدوحین میں ایک تو روسائے ہرم بن سنان، عامر بن طفیل، اقرع بن حابس، ربیعہ بن مخاشن دوسرے مناذرہ حیرہ اور غساسنہ شام اور ان کے امراء تھے۔

ادھر مداحین کی صفِ اول میں اعشیٰ، ربیع بن زیاد، نابغہ ذبیانی، منخل یشکری، ابو زبید الطائی، معن بن اوس، زہیر بن ابی سلمیٰ، حطیئہ اور حسان بن ثابت کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

جاء الحق وزهق الباطل: جب چھٹی صدی کی آخری دہائیوں میں غلغلہ اسلام بلند ہوا تو اس نے زندگی کے ہر دائرے میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ کفر و ضلالت کی جگہ نورِ ہدایت نے لے لی۔ رسومِ کہن کی بجائے شریعتِ اسلامیہ اور تقلیدِ آبائی کی جگہ اتباعِ رسولؐ مطمحِ نظر بن گئے۔ قرآن نے شرک کی جڑ کاٹ کر رکھ دی تو زندگی کو ایک نیا رنگ اور آہنگ ملا۔ جب ہر پہلوئے حیات میں دُور رس تبدیلیاں ہوئیں تو شعر و شاعری میں بھی تبدیلی کا آنا ضروری تھا۔ اب قرآن ہی فرزندانِ توحید کے فکر و نظر کا محور بن گیا۔ قرآن نے جب شعر کو ذم کے درجے میں رکھا تو وقتی طور پر حماست، تشبیب اور ہجا وغیرہ کا جاہلی غلغلہ مکمل سکوت میں بدل گیا۔ توحید و رسالت کے پرجوش آہنگ نے ہر طرح کی خطابتِ جاہلی، فصیح البیانی اور شعری روایات کو مغلوب کر لیا بلکہ کھلا چیلنج دیا۔ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ (البقرہ ۲۳)

بعض صفِ اول کے شاعروں نے تو شاعری ہی ترک کر دی۔ چنانچہ لبید بن ربیعہ (م ۶۶۲ء) نے جو اصحابِ معلقات میں سے تھے قبولِ اسلام کے بعد صرف ایک ہی شعر کہا اور وہ بھی تحدیثِ نعمتِ اسلام کے جذبے سے سرشار ہو کر ؎

الحمد لله ان لم یاتنی اجلی
حتی لبست من الاسلام سربالا

الحمد للہ میں نے موت سے پہلے پہلے جامۂ اسلام زیبِ تن کر لیا ہے۔

نزولِ قرآن سے فکر و نظر کے زاویے بدلے، ذہن بدلے، دل بدلے، سوچ کے دھارے بدلے غرضیکہ سوسائٹی کے اخلاقی اسالیب اور اقتصادی، تہذیبی، سیاسی اور مذہبی اطوار میں ایک عظیم تغیر آ گیا۔

خیر القرون میں لوگ عقیدۂ توحید میں اشد حباً للہ کے مقام پر جا پہنچے مگر اس کے ساتھ ساتھ ان کی محبت و عقیدت ایک پیکرِ انسانی کی ذات میں سمٹ آئی۔ عقیدتوں کا مرجع اور داعیاتِ محبت کا سرچشمہ ایک مکمل اور اکمل انسان تھا جو ان کے سامنے تھا اس لیے منطقی طور پر لازمی تھا کہ جاہلی فخر و حماست، ہجو اور تغزل کو خیرباد کہہ دیا جاتا اور اگر ثنا خوانی کی جاتی تو احمد مختار کی اور مدح و ستائش کے اعلیٰ ترین مقام پر رکھا جاتا تو محمد مصطفیٰؐ کو۔ یہی وہ نقطہ ہے جہاں شعرِ جاہلی کے ممدوحین کے بدلے ممدوحِ کائنات بلکہ ممدوحِ خالقِ کائنات توجہ کا مرکز بنا۔ اب تک مدحیہ شعر مدح "ہم رکھے" کے لیے مختص تھا۔ اب فخر بنی آدم کے تا قیامت چرچے کے لیے مخصوص ہو گیا۔

افصح العرب کی نظر میں شعر

حقیقت یہ ہے کہ عربی جاہلی شاعری خصوصاً ہجائی اور تشبیبی شاعری قرآنی افکار سے متصادم تھی۔ جذباتی سلیقے کے اعتبار سے اس کی کڑیاں قبائلی عصبیت سے جا ملتی تھیں۔ اسلام نے کیا تو ایسی شاعری اور شعراء کی ضرورت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی باقی نہ رہی۔ اب وہی قوتیں اسلام اور قرآن کے تحریکی مقاصد کے لیے استعمال ہونے لگیں۔ اس لیے قرآن نے اسے بنظرِ استحسان نہیں دیکھا الشعراء یتبعھم الغاوٗن (الشعراء ۲۲۴-۲۲۶) (شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں) وما علمناہ الشعر (یٰس ۶۹) (اور ہم نے آپ کو شعر کی تعلیم نہیں دی) وما ھو بقول شاعر (الحاقہ ۴۱) (اور یہ قرآن کسی شاعر کا کلام نہیں) جیسے سرمدی الہامات سے شعر کو بمقابلہ قرآن مقامِ ذم میں رکھا گیا۔ ادھر امام الانبیاء بھی عملی طور پر شعر کی طرف راغب نہ تھے۔ ایک تو یہ کہ شاعری مقامِ نبوت سے نہایت فروتر درجے کی چیز ہے دوسرے یہ کہ شعر سے قبائلی عصبیت ابھرتی تھی اور رسولِ اکرمؐ اتفاق و اتحاد کے داعی تھے۔ فرمایا:

لان یمتلی جوف احدکم قیحا
حتی یریہ خیر من ان یمتلی
شعرا۔ (تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے اور متعفن ہو جائے تو شعر سے بھر جانے سے پھر بھی بہتر ہے) مگر غور کیا جائے.....

.....تو آیاتِ کریمہ اور احادیثِ نبویؐ میں علی الاطلاق شعر کی مذمت نہیں۔ ہجائی اور ایذا رساں شاعری کی مذمت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی حضورِ عالم کی بارگاہ میں حاضر ہوا شعر میں گفتگو کی۔ آپؐ نے فرمایا: ان من الشعر لحکمۃ وان من البیان لسحرا" (بے شک شعروں میں دانائی کی باتیں ہوتی ہیں اور بعض باتیں جادو کا سا اثر رکھتی ہیں۔

شاعری کے لیے اس حوصلہ افزا ارشاد کے ساتھ لبید بن ربیعہ کا یہ شعر سنا

الا کل شئ ما خلا اللہ باطل
وکل نعیم لا محالۃ زائل

(آگاہ رہو کہ اللہ کے سوا ہر شے باطل ہے اور نعمت بالآخر زوال پذیر ہے) تو فرمایا: اصدق کلمۃ قالھا شاعر قول لبید (بخاری) اس سے حضورؐ کے ذوقِ شعر کا بھی پتہ چلتا ہے۔

مزید برآں عرب کے بعض حکیم شعراء مثلاً امیہ بن ابی الصلت (م ۶۲۴ء) ورقہ بن نوفل (م ۵۹۲ء) زید بن عمرو بن نفیل (م ۶۲۰ء) اور قس بن ساعدہ (م ۶۰۰ء) کی شاعری میں متعلق بالعبد الطبیعاتی حقائق، خدا، رسولؐ، ملائکہ اور یومِ آخرت کے مضامین ملتے ہیں۔ مشکوٰۃ المصابیح میں ہے کہ سرورِ کائناتؐ نے امیہ بن ابی الصلت کے وہ شعر جن میں اللہ اور آخرت کا ذکر ہوتا، بڑے شوق سے سماعت فرماتے۔

نعت کا نقطۂ آغاز

جاہلی دور میں ہجا و رمیہ کا سلسلہ جاری رہا تا آنکہ اسلام آگیا۔ قبائلی عصبیت مٹی تو نظریاتی بنیادوں پر کفار و مومنین کے درمیان ہجا جاری ہوئی۔ عبداللہ بن زبعریٰ ابو سفیان بن الحارث اور عمرو بن العاص کفار کی طرف سے مشہور ہجو گو شاعر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا ما یمنع الذین نصروا رسول اللہ بسلاحھم ان ینصروہ بالسنتھم (جن لوگوں نے اللہ کے رسولؐ کی ہتھیاروں سے مدد کی انہیں زبان سے مدد کرنے میں کیا چیز مانع ہے) اس پر تین سربرآوردہ شعراء کو جواب آں غزل کے طور پر مقرر فرمایا۔ حسان بن ثابت کعب بن مالک اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم اس شرف سے مشرف ہوئے۔ کفار کے مقابلے میں ان کے لسانی اور شعری معرکوں سے متاثر ہو کر فرمایا

ھؤلاء النفر اشد علی قریش من نضح النبل" یہ وہ لوگ ہیں جو قریش کے لیے تیروں کی بوچھاڑ سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت حسانؓ سے فرمایا۔ اھجھم و اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لضجاؤك عليهم اشد من وقع السهام فى غلس الظلام ومعك جبريل روح القدس" (ان کی ہجو کر، اللہ کی قسم تیری ہجو ان کے لیے تاریکی شب میں تیر لگنے سے بھی سخت تر ہے۔ تیرے ساتھ جبرئیل روح القدس ہیں)۔

ان شاعران سحر بیان نے ایک طرف تو دشمنان اسلام پر ہجو کے تیر برسائے تو دوسری طرف ممدوح کائنات کے حضور میں گلہائے عقیدت نچھاور کیے۔ یوں اپنی تمام تر شاعرانہ صلاحیتوں کو ثنائے خواجہ گیہاںؐ کے لیے وقف کر دیا۔

یہ تو ہے نعت کے آغاز کا تاریخی و تدریجی ارتقاء دوسری طرف قرآن جس کی ابتداء توحید و رسالت کے زوردار خطبوں سے ہوتی ہے آگے چل کر معاش و معاد، اوامر و نواہی، تبشیر و انذار، معاشرت و معاملت کی جزئیات تک کو حصر ہے۔ اصل میں سرور کائنات کی حیات طیبہ ہی کا لفظی عکس ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اس ضمن میں جب سوال کیا گیا تو بلا تامل فرمایا:

كان خلقه القرآن (ابوداؤد باب صلوٰۃ اللیل)

قرآن میں نعت ختم المرسلینؐ کے چند تابناک جواہر ریزے ملاحظہ ہوں۔

(۱) احمد — ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد (صف ۶)

(۲) محمد — محمد رسول الله (فتح ۲۹)

(۳) یٰسین — یٰس والقرآن الحکیم (یٰس ۱)

(۴) طٰہٰ — طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ (طٰہٰ ۱)

(۵) کملی والے — یا ایها المزمل (مزمل ۱)

(۶) چادر والے — یا ایها المدثر (مدثر ۱)

(۷) روشن چراغ — سراجاً منیراً (احزاب ۴۶)

(۸) شاہد مبشر — انا ارسلنک شاهداً
نذیر — ومبشراً ونذیراً (احزاب ۴۵)

(۹) نور — قد جاءکم من الله نور ...

(۱۰) سراپا ہدایت و رحمت — وانه لهدی ورحمة للعالمین (نمل ۷۷)

(۱۱) رحمۃ للعالمین — وما ارسلنک الا رحمة للعالمین (انبیاء ۱۰۷)

(۱۲) رؤف و رحیم — بالمومنین رؤف الرحیم (توبہ ۱۲۸)

یہ تو مشتے نمونہ از خروارے ہے ورنہ سارا قرآن نعت ختم المرسلینؐ ہی تو ہے۔ نہ صرف یہ کہ قرآن کبھی براہ راست اور کبھی بالواسطہ نعت گوئی پر مشتمل ہے بلکہ خود خدائے قدوس اور اس کے فرشتے نعت گویان رسولؐ اور اہل ایمان کو وجوبی طور پر یوں ارشاد ہوتا ہے۔

ان الله وملئكته يصلون على النبى يا ايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما۔

اللہ اللہ اگر بندہ اس پر پکار اٹھے ہے

من ایں مقام بدنیا و آخرت ندہم
اگرچہ در پیم افتند ہر دم انجمنے

تو بے جا نہیں بلکہ اس کی سعادت کی انتہا ہے۔

قرآن کے بعد ذخیرہ حدیث کی طرف آئیں تو اس کام میں جانیں کھپانے والے قدسی نفس لوگوں نے کوئی ۱۴ لاکھ فرمودات رسولؐ جمع کر دیے ہیں۔ تا قیامت ان اقوال و ارشادات کو ان گنت لوگ دہرا دہرا کر اپنی زندگیوں کی اصلاح و فلاح میں بھی منہمک رہیں گے اور نعت رسولؐ کا بھی اہتمام ہوتا رہے گا۔

یوں تو سارے کا سارا ذخیرہ حدیث نعت رسولؐ ہی ہے تاہم امام محمد بن عیسیٰ ترمذی (۲۰۹ - ۲۷۹) نے شمائل النبویہ میں جو ۴۰۰ احادیث کا لاجواب انتخاب ہے ۵۶ ابواب پر تقسیم کر کے سراپائے اقدس، معمولات مطہرہ اور فضائل و شمائل رسولؐ کا حسین ترین نعتیہ مرقع پیش کر دیا ہے۔

... جہاں کی صورت و طفولیت ہی میں آپکو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

...ان میں کہ بہ نگاہِ تحسین دیکھا نعتیہ طرزِ فکر کا حامل تھا مگر عنفوانِ شباب میں تو صداقت و امانت میں بے مثال کہلایا جاتا نعت مصطفےٰ ﷺ ہی کی ذیل میں آتے ہیں۔ اعلانِ نبوت سے پہلے جب حجرِ اسود کو خانہ کعبہ کی دیوار میں رکھتے ہوئے نزاع چھڑی تو آپ کو دیکھ کر الجھتے ہوئے لوگوں کی زبان سے بیک آواز هذا الامين رضينا به کے الفاظ نکلنا کتنی پیاری نعت تھی۔ حضرت جعفر طیارؓ کا نجاشی کے دربار میں خطبۂ نعتیہ خطبہ ہی تو تھا۔ ہجرت کے موقع پر ایک اعرابیہ ام معبد کی نثری نعت شمائلِ رسول ﷺ کی نہایت دلآویز تصویر ہے۔ مدینہ منورہ میں تشریف آوری پر نعت ہی سے استقبال ہوا۔ پردہ نشین خواتین نے چھتوں پر آن کر یوں زمزمہ پردازی کی:

طلع البدر علينا　　من ثنيات الوداع
وجب الشكر علينا　　ما دعىٰ لله داع
ايها المبعوث فينا　　جئت بالامر المطاع

وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا ہے۔ جب تک دعا کرنے والا دعا کرے ہم پر شکر کرنا واجب ہے۔

اور معصوم بچیاں دف بجا بجا کر گا رہی تھیں

نحن جوار من بنی النجار
یا حبذا محمد من جار

(سیرت النبی ﷺ از شبلی جلد اول)

ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں۔ واہ! محمد کیا اچھے ہمسائے ہیں۔

خیر القرون کے چند اہم نعت گو شاعر

صحابہ میں یوں تو کون ایسا شخص تھا جو شاعر تھا مگر ثنائے خواجہ عالم ﷺ میں رطب اللسان نہ ہوا ہو تاہم ۲۲ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نعتیہ اشعار روایتوں میں مل جاتے ہیں (ارمغانِ نعت کا دیباچہ از عبدالقدوس ہاشمی) ان میں حضرت حسان بن ثابت، حضرت کعب بن زہیر، حضرت ... کعب بن مالک، حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم وغیرہ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

اعشیٰ قیس (م ۶۲۹ء) جو شراب و شباب کا شاعر تھا اس نے ایک زوردار نعت سرورِ عالم ﷺ کی مدح میں لکھی عازم بارگاہِ رسول ﷺ ہوا۔ ابوسفیان بن حرب کو پتہ چلا تو اس نے اپنی قوم کو ترغیب دی کہ اسے اس کام سے روکیں، مبادا وہ مسلمان ہو جائے اور نصرتِ رسول ﷺ کرے۔ چنانچہ انہوں نے اسے ۱۰۰ اونٹ پیش کر کے واپس بھیج دیا۔ حسان بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو النجاری الخزرجی، ان کے دادا منذر نے اوس و خزرج کے حکم کی حیثیت سے فریقین میں صلح کروائی۔ یثرب میں پیدا ہوئے۔ عمر میں حضورؐ سے کوئی آٹھ برس بڑے تھے اپنے زمانے کے سب سے بڑے حضری شاعر تھے۔ غسانی بادشاہوں کے مداح رہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد ۶۰ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ کبر سنی کی وجہ سے جہاد بالسیف سے معذور رہے۔ جب ہجا گویانِ قریش کے خلاف رسول اللہؐ نے شعرائے اسلام کو تحریض کی تو حسان بن ثابتؓ نے کہا کہ میں ان کی ہجو کروں گا۔ حضورؐ نے فرمایا کیف تهجوهم وانا منهم ان کی ہجو کرے گا تو کیسے جبکہ میں ان میں سے ہوں۔ جواب تھا انى اسلك منهم كما تسل الشعرة من العجين (میں آپ کو ان میں یوں کھینچ نکالوں گا جیسے آٹے سے بال نکال لیتے ہیں)۔

ابوسفیان بن الحارث نے ہجو کی تو جواباً کہا:

هجوت محمداً فاجبت عنه
وعند الله ذالك الجزاء
هجوت مباركاً براً حنيفاً
امين الله شيمته الوفاء
فان ابى ووالدتى وعرضى
لعرض محمد منكم وقاء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو نے محمدؐ کی ہجو کی میں جواب دیتا ہوں۔ اس کی اللہ کے ہاں جزا ہے۔ تو نے اس مبارک نیک اور عظیم کی ہجو کی۔ وہ امانت خداوندی کا امین ہے اور وفا اس کی خصلت ہے۔ میرے ماں باپ اور میری عزت ... عزت محمدؐ کے تحفظ کے لیے ڈھال ہے۔

ان کا سب سے بڑا کارنامہ وفد بنی تمیم کے ایمان لانے پر نصرت رسولؐ ہے۔ ۷۰ یا ۸۰ افراد پر مشتمل یہ وفد حاضر خدمت ہوا پہلے خطابت میں مفاخرت ہوئی پھر شعر میں مفاخرت ہوئی بنی تمیم نے اپنے مشہور شاعر زبرقان بن بدر کو پیش کیا۔ حضورؐ نے حضرت حسان بن ثابت کو بلا کر (جو اس وقت موجود نہ تھے) فرمایا جواب دے۔ آپ نے نعتیہ اشعار پڑھ کر مسکت جواب دیا۔ بنی تمیم دولتِ ایمان سے مالا مال ہو گئے۔ ان کے یہ شعر تو ہر عرب خواں کی زبان پر ہیں۔

واجمل منک لم ترقط عینی
واحسن منک لم تلد النساء
خلقت مبرأً من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

آپؐ سے حسین تر میری آنکھ نے نہیں دیکھا
اور آپؐ سے بہتر کسی ماں نے نہیں جنا
آپؐ ہر عیب سے یوں پاک پیدا کیے گئے
گویا آپ اپنی مرضی کے مطابق پیدا ہوئے

عبداللہ بن رواحہؓ (متوفی ۸ھ)

آپ خزرجی تھے حضورؐ کے اتنے معتمد تھے کہ اہم ترین مشن اور سفارتیں انہی کے ذمے ہوتیں۔ ان ۱۲ نقیبوں میں شامل تھے جو بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد مقرر فرمائے گئے۔ غزوۂ موتہ (۸ھ) میں سپہ سالاری کے دوسرے جانشین تھے۔ اسی جنگ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ [illegible]

کے کفر کی وجہ سے طعن کرتے تھے جبکہ دربار رسالت کے دوسرے شعراء حسانؓ و کعبؓ کفار کو ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ملامت کرتے تھے۔ ان کے صرف ۵۰ شعر محفوظ رہ گئے ہیں۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ)

کعب بن زہیرؓ (م ۲۴ھ)

کعب بن زہیرؓ اسلام لانے سے پہلے حضورؐ کی ہجو کرتے تھے اور مسلمان عورتوں کے بارے میں یاوہ گوئی کرتے۔ فتح مکہ کے بعد ان کے لیے حکم تھا کہ پکڑے جائیں تو قتل کر دیے جائیں مگر خوش قسمتی دیکھیے کہ اپنے بھائی کی ترغیب پر ۹ھ میں بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے مشہور نعتیہ قصیدہ پڑھا جس کا مطلع ہے۔

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول
متیم عندھا لم یجز مکبول

(سعاد چلی گئی اور آج میرا دل بیمار ہے۔ اس کی محبت میں میرا دل اس قیدی کی طرح ہے جس کا فدیہ نہیں دیا گیا اور وہ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے)

جب اس شعر پر پہنچے

ان الرسول لنور یستضاء بہ
مھند من سیوف الھند مسلول

تو اس جان رافت نے اصلاح فرمائی۔ سیوف الہند کی بجائے سیوف اللہ کر دیا جس سے شعر معنوی طور پر زمین سے آسمان پر پہنچ گیا۔ ساتھ ہی پاس بیٹھے ہوئے صحابہؓ کو کعب کے شعر سننے کی تاکید فرمائی۔ جب وہ نعت پڑھ چکے تو آپؐ نے فرطِ مسرت سے اپنی چادر مبارک کعب پر ڈال دی۔ اس لیے اس کو قصیدہ بردہ بھی کہتے ہیں۔

کعب بن مالک (م ۵۳ھ)

خزرجی تھے۔ بیعت عقبہ ثانیہ [illegible] تھے۔ [illegible] عالم رضؓ نے حسان و عبداللہ بن رواحہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ساتھ انہیں بھی قریش کی ہجو کا جواب دینے پر مامور فرمایا تھا۔ غزوۂ تبوک میں شامل نہیں ہو سکے تھے۔ ۵۰ دن بائیکاٹ رہا پھر معافی مل گئی۔ آخری عمر میں بصارت کھو دی۔ کلام میں جذبِ حب الوطنی کے ساتھ ساتھ اسلام کے لیے حقیقی جوش پایا جاتا ہے۔

خیر القرون میں نعت کی شعری روایت

سرکارِ دو جہاں کے حین حیات جو نعتیہ شعر لکھے گئے ان کی کڑیاں فنی طور پر ماضی کے مذہبی ادب سے جا ملتی ہیں چنانچہ ہم دیکھتے کہ "بانت سعاد" میں آغاز ذکرِ رسولؐ سے نہیں بلکہ شاعر کی محبوبہ کے ذکر سے ہوتا ہے پھر اونٹنی کی تعریف ہے اور پھر آخر میں مدحِ رسولؐ پر ان کی ختم ہے۔ تاہم جاہلی ادب کی شعری روایت سے ہٹ کر بھی بہت سا نعتیہ کلام موجود ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں عام افراد سے سابقہ تھا یہاں خیر البشر سے تعلق خاطر ہے۔ وہاں کسی کے بارے میں دروغ بافی کا امکان تھا مگر یہاں ہر بات ہوش و خرد کی ترازو میں تول کر عقیدت و محبت کی چاشنی کے ساتھ کہنا پڑتی تھی۔ پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا تھا۔ ایک شائبۂ شرک کا خدشہ، دوسرے اہانت و گستاخیِ رسول کا ڈر۔ چنانچہ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ثناگوانِ رسولؐ نے توحید و رسالت کی الہٰی تعلیم کے پیشِ نظر شعری روایت کو برقرار رکھا۔ یہاں اہم شعری خصائص کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

۱۔ محبوب کے حسن و جمال کے چشم دید مرقعے

سرورِ عالمؐ شتاقانِ دید کے اکثر سامنے رہتے۔ سر تا بقدم کرشمہ دامنِ دل کھینچ کھینچ لیتا ماہِ عرب جب ماہِ فلک کو شرماتا تو موازنہ کرنے والے بے اختیار ہو کر پکار اٹھتے ہے

فلک پہ تو ہیں ستارے کہ حسن خواں میں :: زیادہ تر [illegible]

ایک چاند رات جابر بن سمرہؓ کو موازنہ کرتے دیکھا تو فرمایا جابر کیا دیکھتے ہو؟ عرض کیا اے صاحبِ لولاکؐ! آپ کے سامنے آسمانی چاند گہنایا ہوا لگتا ہے۔ ختم المرسلینؐ اس دنیا میں تشریف کیا لائے اہلِ نظر کی نظر نوازی کا سامان پیدا ہو گیا۔ سچ فرمایا آپ کے جاں نثار چچا حضرت عباسؓ نے ہے

نحن فی ذالک الضیاء وفی النور
و سُبُلِ الرشاد نخترق

ہم لوگ اس (ہدایتِ رسولؐ) کی روشنی میں ہیں۔ ہدایت و استقامت کی راہیں نکال رہے ہیں۔

۲۔ ایثار کے بے مثال نمونے

تربیت یافتگان تربیت گہِ رسولؐ میں اس قدر ایثار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ ان کی عملی زندگیاں اسوۂ رسولؐ کا بہترین نمونہ پیش کرتی تھیں۔ جب عضل و قارہ کے قبیلوں نے دس حفاظ کو شہید کر دیا تو حضرت خبیبؓ نے جو کشتگانِ خنجرِ تسلیم میں سے ایک تھے تختۂ دار پہ چڑھ کر بے مثال عمل ایثار کا مظاہرہ کر دکھایا۔ دوسرے ان کی زبان سے جو اشعار ادا ہوئے۔ وہ ایثار للرسولؐ کا نہایت عمدہ اظہار ہے۔ آخری دعا تھی:

اللھم بلغنا رسالۃ رسولہ
فبلغہ ما یصنع بنا

اے اللہ! ہم نے تیرے رسولؐ کا پیغام پہنچا دیا۔
اب تو ہمارے حال کی خبر اپنے رسولؐ کو کر دے۔

حضرت ابو طالب اگرچہ بروایت امام بخاری دولتِ ایمان سے محروم رہے مگر جاں نثاری میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ رسول اللہ کی نعت میں ان کے اشعار آبدار ایثار کی بہترین مثال پیش کرتے ہیں۔ کیا خوب کہا عمِ رسولؐ نے:

واللہ لن یَصِلوا الیک بجمعھم
حتّٰی اُوَسَّد فی تراب دفینا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فاصدع بامرک ما الیک غضاضة
وابشر وقر بذاک منه عیونا

خدا کی قسم وہ آپ تک اپنی جمعیت کے ساتھ نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ مجھے دفن کر کے مٹی میں ٹیک لگا کر شانہ دیا جائے۔ تو اپنا کام کیے جا تجھ پر کسی قسم کی تنگی نہیں اور خوش رہ اس کام سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیے جا۔

۲۔ حسنِ صورت کے ساتھ حسنِ سیرت کا اظہار

صدرِ اسلام کے مشتاقانِ جمال، اجمل ترین جمیلانِ کائنات کے دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے تھے اور ساتھ ہی اسوۂ رسول کے ایک ایک جزیئے کو اپنانے کے لیے بے تاب رہتے تھے۔ یہی بے تابی جب زبان پر آتی تو نعت کے قالب میں ڈھل جاتی۔ چنانچہ اس زمانے کی نعت حسنِ ظاہری کے ساتھ شمائل و فضائل کا نہایت حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ سچے کا ثنا خوانِ رسول عبداللہ بن رواحہؓ نے ؎

روحی فداء لمن اخلاقه شهدت
بانه خیر مولود من البشر

جس کے اخلاق شاہد ہیں وہ نوعِ بشر میں سب بہتر پیدا کیا گیا۔ اس پر میری جان قربان ہو۔

عمت فضائله کل العبد کما
عم البریة ضوء الشمس والقمر

آپ کی فضیلتیں سب بندوں پر اس طرح ہیں جس طرح خلقت پر سورج اور چاند کی روشنی عام ہے۔

۴۔ شگفتگی و وارفتگی کے اعلیٰ نمونے

نعت چونکہ اپنے موضوع کے اعتبار سے ہی تپیدہ دلوں کی راحت [illegible]

لہٰذا اصولاً ان دلدادگانِ ختم الرسل کے کلام میں شگفتگی اور وارفتگی کے اعلیٰ نمونے ملنے چاہئیں جو فیضانِ رسالت سے براہِ راست بہرہ مند ہوئے۔ اس ضمن میں ام المومنین حضرت عائشہؓ وارفتۂ جمالِ مصطفےٰ ہو کر یوں لب کشا ہوتی ہیں ؎

متی یبد فی الدجی البهیم جبینه
یلح مثل مصباح الدجی المتوقد

اندھیری شب میں ان کی پیشانی نظر آتی ہے تو اس طرح چمکتی ہے جیسے روشن چراغ۔

نیز فرماتی ہیں:

لنا شمس وللآفاق شمس
وشمسی خیر من شمس السماء

ایک آفتاب تو دنیا کا ہے اور ایک آفتاب ہمارا بھی ہے مگر میرا آفتاب آفتابِ آسمان سے کہیں بڑھ کر روشن ہے۔

۵۔ پیامِ رسول کا تذکرہ

اس دورِ سعادت آثار میں ہر فرزندِ اسلام دل و دماغ کے ایک نہایت خوش آئند اور کیف پرور انقلاب سے دوچار ہوا۔ اس لیے تحدیثِ نعمت کے طور پر بھی پیامِ رسول کا تذکرہ زبانوں پر اکثر آتا۔ تعلیماتِ رسول نعتِ رسول کا جزو لاینفک بن گئیں۔ حضرت حمزہؓ کے یہ اشعار کس قدر تحدیثِ نعمت کا اظہار ہیں:

رسائل جاء احمد من هداها
بآیات مبینة الحروف

وہ پیغامات جن کی ہدایات احمدؐ واضح حروف والی آیات میں لے کر آئے۔

واحمد مصطفیٰ فینا مطاع
فلا تغشوه بالقول العنیف

اور احمدؐ برگزیدہ ہم میں مطاع ہیں اور آپ کے [illegible] لفظ بھی زبان سے نہ نکالنا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت حسانؓ یوں نغمہ پیرا ہوتے ہیں ۔

نبی اتانا بعد یاس و فترۃ
من الرسل والاوثان فی الارض تعبد
وانذرنا اوبشر جنۃ
وعلمنا الاسلام فاللہ نحمد

قرارِ خاطرِ آشفتہ حالاں

سرورِ کائناتؐ کا وجودِ مسعود صحابہ کرامؓ کے لیے مینارۂ نور تھا۔ وہ اس سے اکتسابِ ضیاء کرتے تو ان کے دل کو تسلی اور روح کو قرار ملتا۔ وہ اس کا تذکرہ کرتے تو ان کا وجدان جھوم اٹھتا۔ آپؐ کی موجودگی میں وہ اپنے آپ کو ہر طرح کی گمراہی سے محفوظ و مامون پاتے۔ آپؐ کے عم زاد ابوسفیان بن الحارث کہتے ہیں:

ویھدینا فلا نخشی ضلالا
علینا والرسول لنا دلیل
یخبرنا بظھر الغیب عما
یکون فلا یخون ولا یحول

آپؐ کے ہدایت دینے سے ہمیں کسی گمراہی کا خوف نہیں خود رسولؐ ہمارے رہنما ہیں۔ آپؐ جو کچھ ہوتا ہے اس کے بارے میں غیب کی خبریں دیتے ہیں نہ ان کی خبر میں خامی ہوتی ہے نہ ہیر پھیر۔

۷۔ میلاد النبیؐ

اس زمانے کی نعت کا ایک موضوع میلادِ رسولؐ بھی ہے یہ تذکرہ عشق و محبت کی اس بلندی سے کیا گیا ہے کہ مابعد کے ادوار میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت عباسؓ کا یہ شعر ملاحظہ ہو

وانت لما ولدت اشرقت الارض
وضاءت بنورک الافق

آپؐ کی ولادت ہوئی تو زمین چمک اٹھی
اور آپ کے نور سے آفاق روشن ہو گئے

نعت نگار کا احساسِ کمتری اور عفوِ رسولؐ

ایسے موقعے بھی آئے کہ دشمنانِ اسلام نے بزبانِ شعر حضورؐ کی ہجو کی مگر اس رحمتِ عالم نے عفو و کرم سے کام لے کر ان کو موہ لیا۔ کعبؓ بن زہیر کا یہی معاملہ تھا لیکن جب ظلماتِ کفر سے نکل آئے تو نعت نگاری میں بہت سے لوگوں سے گوئے سبقت لے گئے مگر اس کا آغاز صرف اعتذار ہی سے کیا۔ اگرچہ فنی طور پر جاہلی شاعری کے قصائد کا انداز قائم رکھا تاہم رحمتِ عالمؐ نے اس انداز کو بھی پسند فرمایا اور پچھلی تمام خطاؤں پر خطِ عفو کھینچ دیا۔ حضورؐ کی اس پسندیدگی سے رنگِ تغزل کے قلم کاروں کے لیے بھی جواز نکل آیا۔

کعب یوں نغمہ طراز ہوتے ہیں۔

فقد اتیت رسول اللہ معتذرا
والعفو عند رسول اللہ مقبول

میں رسول اللہؐ کی خدمت میں عذر خواہ ہو کر آیا ہوں
اور حضورؐ کے نزدیک معاف کر دینا پسندیدہ ہے

۹۔ رثائی انداز

شمعِ رسالت جب اپنی پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ ضیاء بار تھی تو جاں نثار پروانے اس پر نچھاور ہونے کے لیے بے تاب رہتے مگر جب ان کی آنکھوں کے سامنے سے یہ تجلیاں اوجھل ہو گئیں تو ان کی جان پر بن گئی۔ ادھر نامِ محمدؐ زبان پر آیا ادھر آنسوؤں کی جھڑی بندھ گئی ؎

جب نام تیرا لیجئے تب چشم بھر آوے
اس زندگی کرنے کو کہاں سے جگر آوے

چونکہ تربت کے ماہ شبِ چہاردہم کے اوٹ میں چلے جانے کا قیامت خیز منظر ان فدا کاروں میں سے اکثر کے پیشِ نظر تھا۔ اس لیے ان کے تاثرات میں کرب ناکی بھی تھی اور احساسِ [illegible] کی کسک بھی تھی اور خلشِ ذہن کی کسک بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کا اظہار بھرپور طریقے سے ان کے کلام میں بھی موجود ہے۔ محبوب سے بچھڑ جانے کے بعد عشاقِ وارفتہ کی زندگی بے لطف ہو گئی "

ظ مر جائے کاش کہ اور نہ زندہ رہتے

سرکارِ دوجہاںؐ کے یارِ غارؓ کا دل غم و اندوہ سے کس قدر بوجھل تھا اس کا اندازہ ذیل کے شعروں سے لگایئے

فکیف الحیاۃ بفقد الحبیب
وزین المعاشر فی المشھد

فلیت الممات لنا کلنا
فکنا جمیعا مع المھتدی

محبوب کے بچھڑ جانے سے زندگی بے کیف ہو گئی ہے۔ زینتِ دو عالم قبر میں جا سویا کاش ہم سب کو بھی موت آ جاتی اور ہم بھی اس سراپا ہدایت سے جا ملتے

آنکھیں تارِ اشک پرونے لگیں۔ شدتِ غم سے چہرے اُتر گئے۔ بدن نڈھال ہو گئے۔ فضا اپنی وسعتوں کے باوصف تنگ ہو گئی۔ روزِ روشن شبِ یلدا سے تاریک تر ہو گیا سورج نے روشنی کھو دی کائنات کی نبضیں رک گئیں۔ پہنائی عالم غبار آلود ہو گئی۔ زمین و آسمان حزن و اندوہ میں ڈوب گئے ایسے میں نعت میں رثائی مضامین دفعتاً در آتے تو بے جا نہ تھا وہ لوگ جو رسماً شاعر نہ تھے ان کے اُمڈے ہوئے جذبات بھی شعر میں ڈھل کر سامنے آ گئے۔ چند الم انگیز اور کربناک نعتیہ اشعار ملاحظہ ہوں۔ عثمان غنیؓ روتے نہیں تھکتے۔

فیا عینی ابکی ولا تسأمی
وحق البکاء علی السید

اے میری آنکھ بے تکان روتی جا، سردار پر رونا تیرا حق ہے۔

علی المرتضیٰؓ یوں نڈھال نظر آتے ہیں

امن بعد تکفین نبی و دفنہ
بأثوابہ آسی علی ھالک ثوی

نبیؐ کو کپڑوں میں کفن دینے کے بعد میں اس مرنے والے کے غم میں غمگین ہوں جو خاک میں جا لیٹا

آپؐ کے عم زاد ابو سفیان بن الحارث کی اس سانحہ سے یوں نیند اُڑی،

ارقت وبات لیلی لا یزول
ولیل اخی المصیبۃ فیہ طول

میری نیند اڑ گئی ہے اور رات یوں ہو گئی ہے جیسے اب ختم نہ ہو گی۔ مصیبت کی رات دراز ہی ہوا کرتی ہے۔

جگر گوشۂ رسولؐ فاطمۃ الزہراؓ اپنے دل کے ٹکڑوں کو یوں شعری جامہ پہناتی ہیں ؎

صبت علی مصائب لو انھا
صبت علی الایام صرن لیالیا

(حضورؐ کی جدائی میں) وہ مصیبتیں مجھ پر ٹوٹ پڑی ہیں کہ اگر یہ مصیبتیں دنوں پر ٹوٹتیں تو دن راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

اغبر آفاق السماء وکورت
شمس النھار واظلم الازمان

آسمان کی پہنائیاں غبار آلود ہو گئیں اور لپیٹ دیا گیا دن کا سورج اور تاریک ہو گیا سارا زمانہ

فلیبکہ شرق البلاد وغربھا
یا فخر من طلعت لہ النیران

اب چاہیے مشرق و مغرب آنسو بہائے ان کی جدائی پر۔ فخر ان کے لیے ہے جن پر روشنیاں چمکیں

غرض یہ وہ چند مضامینِ نعت ہیں جو خیر القرون میں چودہ صدیاں ... نمایاں نظر آتے ہیں۔ ان چودہ صدیوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے عرصے میں اسلام مشرق و مغرب کے اکناف تک جا پہنچا۔ جہاں جہاں یہ نور پہنچا وہاں نعتِ رسول ﷺ بحیثیت صنفِ سخن ابھری۔ فرزندانِ توحید نے نعت نگاری، نعت خوانی اور سماعِ نعت سے قلب و نظر کو روشن کیا۔ چنانچہ مؤید بہ روح القدس شاعرِ اسلام حسان بن ثابت ؓ سے لے کر بوصیری جیسے عشاقِ رسول ﷺ اور امیر الشعراء احمد شوقی جیسے ہزاروں لاکھوں جادہ پیمایانِ راہِ محبت نے اس ذاتِ اقدس پر عقیدت کے پھول برسائے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا مگر

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کے مصداق غالب کی زبان میں یہ کہہ کر چپ ہونا پڑے گا کہ

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

ان گنت مدحت طرازانِ دربارِ نبوت ﷺ اس بارگاہ کی قدر افزائی تو کیا کریں گے ہاں اپنی نجات اور سرفرازی کا سامان ضرور بہم پہنچائیں گے۔ کتنے ہی حرف ناشناس سخن داں بن کر ابھریں گے۔ سچ کہا شاعرِ رسالت نے

ما ان مدحت محمداً بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمد

میں نے اگر اپنے شعر سے سرورِ عالم ﷺ کی تعریف کی ہے تو اس سے ان کی قدر افزائی نہیں ہوئی۔ ہاں میرا شعر ان کی وجہ سے ضرور بلند ہو گیا ہے۔

آج مضامینِ نعت اس قدر متنوع ہیں جیسے ایک صد پہلو ہیرا جس کا ہر پہلو ایک نیا رنگ منعکس کرتا ہے۔ ہجر و فراقِ دیارِ رسول ﷺ، سیرتِ اطہر کے مختلف گوشے، معراجِ رسول ﷺ، ہجرت، مغازی، بزم آرائی، شمائل و فضائل، غمِ دل، غمِ روزگار، پیغامِ رسول ﷺ کی اشد ضرورت کا احساس، اپنی بے سروسامانی، سراپائے اقدس ﷺ، اعترافِ گناہ، زندگی کی بے لطفی، اجتماعی طور پر امتِ مرحوم کی فریادیں، شفاعتِ رسول ﷺ کا دل خوش کن تصور، [illegible]

کی سایہ گستری اور رحمۃ للعالمینی ایسے مضامین نے آج اس صنف کو گلہائے رنگا رنگ کا نہایت دلآویز گلدستہ بنا دیا ہے۔ اس پر اسلوبِ بیان کی جدت طرازیاں مستزاد کر لیجئے تو فنِ نعت بطور صنفِ شعر کے جانِ تغزل بھی ہے۔ ادبِ عالیہ کا معیار بھی اور معارف و حقائق کا بہتا ہوا دریا بھی۔ مختصراً یوں کہہ لیجئے کہ شاعری (خصوصاً عربی، اردو، فارسی) سمٹ سمٹا کر ایک قدسی بانکپن کے ساتھ آج نعت کی صورت میں جلوہ گر ہو رہی ہے۔ کیوں نہ ہو جس کا تذکرہ ہے وہ بھی تو روحِ کائنات ہے۔

وصلی اللہ علی حبیبہ سیدنا محمد
وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

بقیہ: قرآنی آیت کو مسخ کرنے کی گھناؤنی حرکت

اور کبھی مسلم حکمرانوں کی تاریخ کے نام پر زہر گھولنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان شر پسندوں میں بھیڑ کی کھال اوڑھے راج الحق جیسے بھیڑیے بھی شامل ہو گئے ہیں۔ نجی مفاد اور جھوٹی شہرت کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دینے کو تیار رہتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے حکومت اور انتظامیہ اس معاملے کی صحیح جانچ کر کے قصور واروں کو گرفت میں لے اور حالات کو بد سے بدتر ہونے سے روکنے کے لیے جلد از جلد قدم اٹھائے ورنہ حالات مزید ابتر ہو سکتے ہیں۔

بقیہ: تعارف و تبصرہ

کی نامساعدت کے باوجود علمائے اسلام کو ان کی دینی ذمہ داری کے اس اہم پہلو کی طرف توجہ دلانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں انہوں نے سندھ کے ناگفتہ بہ حالات کے پس منظر میں مسیحی اداروں اور تنظیموں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کو بے نقاب کیا ہے اور مختلف حوالوں سے پاکستان کی سالمیت کے خلاف غیر مسلم اقلیتوں کی [illegible] اٹھایا ہے۔

© rasailojaraid.com